ڈاکٹر محمد وسیم انجم
صدر شعبۂ اردو ،وفاقی جامعہ اُردو ، اسلام آباد

علامہ اقبال کا فلسفہ مابعد الطبیعیات

Dr Muhammad Wasim Anjum
Head Department of urdu, Federal Urdu University , Islamabad

Metaphysical Thoughts of Allama Iqbal

Allama Iqbal is considered as a greatest poet of twentieth century. He is a poet and thinker as well as a prominent political leader of his time. He has played an important role in making Indian Muslims aware of the importance of freedom. His poetry has been translated in different languages of the world. He has explained and commented on metaphysical thoughts and tradition in his prose and poetry. The article presents and discusses the philosophy of metaphysics in Iqbal's works.

مابعد الطبیعیات کے لغوی معنی ہیں طبیعیات کے ماوراء یا مابعد کے(۱) یا اس کے بعد(۲)۔فلسفیانہ تخلیقات میں عموماً مابعد الطبیعیات کی اصطلاح کو وجودیات کے مفہوم میں استعمال کیا جاتا رہا ہے اور وجودیات سے مراد ہے ''ہستی'' یا ''وجود'' کا علم (۳)۔

مابعد الطبیعیات کی اصطلاح حقیقت کے فہم کی ہر کوشش کے لئے استعمال ہوتی رہی ہے یعنی یہ کہ دُنیا کے ظاہری پہلو کے پس پشت کیا حقیقت ہے کہ جو پنہاں ہے۔ مابعد الطبیعیات فلسفہ کا ایک حصہ ہے۔فلسفہ کی اصطلاح ایک جامع اصطلاح ہے جس میں ظواہر و حقیقت، منطق ،اخلاقیات، جمالیات وغیرہ شامل ہیں ۔لیکن مابعد الطبیعیات خاص طور پر وجودیات کے مسائل سے بحث کرتی ہے یعنی یہ کہ حقیقت کا جوہر واقعی کیا ہے۔

مابعد الطبیعیات حقیقت کو معلوم کرنے کی ایک کوشش ہے ، حقیقت وہ جو ظواہر کی ضد ہے، یا اصول اولیہ یا صداقت آخر(۴) کا علم ہے یا پھر کائنات کو ایک جامع نظام کی حیثیت میں سمجھنے کی کوشش ہے نہ صرف یہ کہ جزوی بلکہ کسی قدر ایک کل کی حیثیت میں دیکھنے کی سعی کا نام مابعد الطبیعیات ہے۔

مابعد الطبیعیات کی اصطلاح خالصتاً دُنیا کے مسائل سے بحث کرتے ہوئے ، اپنے محدود معنی میں استعمال ہوئی ہے مثلاً مسائل حقیقت، خدا، غایات، علمیت اور نفس وغیرہ کے مسائل ۔جبکہ فلسفہ ایک وسیع تر اصطلاح ہے جو اول تمام مفہوم کے علاوہ

دوسرے معنی میں بھی مثلاً علمیات یا نظریۂ علم، منطق، اخلاقیات، جمالیات جیسے منوالی (۵) علوم سے بحث کرتا ہے۔

O

اقبالؒ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے ۲۵ ستمبر ۱۹۰۵ء کو کیمبرج پہنچے (٦) اور چھ روز بعد یکم اکتوبر کو ٹرینٹی کالج میں advanced student کے طور پر داخلہ لینے کے فوراً ہی بعد، اپنی تحقیق کا آغاز کر دیا (۷)۔

ٹرینٹی کالج کی علمی روایات کا کوئی شمار نہیں تھا۔ یہ کالج ۱۳۵۰ء میں قائم ہوا (۸)۔ اس کے در و دیوار میں بڑی بڑی شخصیات نے علم و ادب کی دنیا میں نمو پائی۔ سولہویں صدی میں بیکن نے یہاں تعلیم پائی اور ایک فلسفی، سیاستدان اور انشائیہ نگار کی حیثیت سے چار دانگ عالم میں مشہور ہوا۔ سترہویں صدی میں نیوٹن نے یہاں تعلیم پائی اور سات سال کے اندر اندر کالج کا فیلو بن گیا اور سائنس کی دُنیا میں بہت بڑا کردار ادا کیا۔ اُنیسویں صدی میں بائرن اور ٹینی سن جیسے طالب علم آئے۔ بائرن کی شاعری کا آغاز ٹرینٹی کالج ہی سے ہوا۔ ٹینی سن کے شعری ذوق نے بھی اسی درسگاہ میں پرورش پائی۔ فٹز جیرائڈ بھی انہی کا ہم عصر تھا جس نے عمر خیام کی رباعیات کو نہایت خوبصورتی سے انگریزی زبان میں منتقل کر کے ساری دُنیا میں متعارف کرا دیا۔ اقبالؒ پہلی ایشیائی شخصیت تھے جنہوں نے علم کی غیر مختتم پیاس کی بدولت بڑا نام پیدا کیا اور اس درس گاہ کے لئے باعثِ فخر و مباہات بنے (۹)۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء کے خط (۱۰) میں اقبالؒ نے حسن نظامی سے تصوف سے متعلق بعض استفسارات کئے اور ساتھ ہی تصوف کے موضوع پر قرآنی آیات کے حوالے تلاش کر کے بہت جلد مفصل جواب لکھنے کی تاکید کی۔ اس سے قبل یکم اور ۱۸ اکتوبر کے درمیان بھی، وہ اسی سلسلے میں ایک خط لکھ چکے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آغازِ کار کے ساتھ ہی موضوع کا تعین ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر میک ٹگرٹ، اقبالؒ کے نگرانِ تحقیق اور ایچ بیج وِک اُن کے ٹیوٹر تھے۔ یہ تحقیقی مقالہ (Dissertation) وہ بی اے کی ڈگری کے لئے تیار کر رہے تھے۔ تقریباً ڈیڑھ سال بعد ۷ مارچ ۱۹۰۷ء کو انہوں نے مقالہ بہ عنوان The Development of Metaphysics in Persia مکمل کر کے داخل کر دیا جس پر کیمبرج یونیورسٹی نے ۷ مئی ۱۹۰۷ء کو انہیں ایک سند اور ۱۳ جون ۱۹۰۷ء کو بی اے کی ڈگری عطا کی (۱۱)۔

۱۹۰۸ء میں مڈل ٹیمپل سے بیرسٹری کی سند حاصل کی اور درمیانی وقفے میں میونخ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا (۱۲)۔ کیمبرج میں اُن دنوں پی ایچ ڈی نہیں ہوتی تھی اور ڈاکٹریٹ کے لئے طلبہ بالعموم جرمنی جاتے تھے۔ اقبالؒ کے حلقۂ احباب میں کئی جرمن فاضل شامل تھے۔ مزید برآں ایک عربی مخطوطے پر تحقیق کے سلسلے میں پروفیسر آرنلڈ نے اقبالؒ کو جرمنی بھیجنے کی تجویز پیش کی۔ ذاتی طور پر وہ جرمنوں کے مداح تھے اور اُن کی طرف خاصا میلانِ طبع رکھتے تھے (۱۳)۔

مابعد الطبیعیات میں فلسفہ اور دیگر مجرد علوم اور موضوعات سے بحث کی جاتی ہے۔ یورپ میں ایران کے بارے میں ایسی تحقیق کرنے کے سلسلے میں کسی محقق کو فارسی، عربی، فلسفے اور کسی یورپی زبان کا ماہر ہونا ضروری تھا۔ اقبالؒ یہ تمام اوصاف رکھتے تھے۔ اس زمانے میں ایرانی فلسفہ کے بارے میں مطبوعہ کتب کی بڑی کمی تھی۔ اس کے باوجود انگلستان، فرانس اور جرمنی کے کتب خانے مطبوعات اور مخطوطات سے مالا مال تھے اور اقبالؒ نے ان سے پورا پورا استفادہ کیا۔ جن مخطوطات کے اقبالؒ نے اپنے مقالے میں حوالے دیئے ہیں اس میں سے اکثر برلن کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اقبالؒ نے اصل عربی اور فارسی

کتابوں کو پڑھا اور اپنے نتائجِ تحقیق اخذ کئے مگر انگریزی، جرمن اور فرانسیسی کتابوں کے کئی حوالے بھی ان کے مقالے میں موجود ہیں۔ برصغیر کے تین چار مصنفوں کی کتابیں اقبالؒ کے پیشِ نظر رہی ہیں مثلاً حضرت داتا گنج بخش سید علی جلابی ہجویری کی کشف المحجوب، رسالہ خاتمہ از سید محمد گیسودراز گلبر گوی اور شیخ محسن فانی کشمیری سے منسوب داستان المذاہب ان کے ماخذ میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے علامہ شبلی نعمانی کی اردو کتاب ''الکلام'' کے چار پانچ حوالے اپنے مقالے میں دیے ہیں۔ اقبالؒ نے دو فارسی شعراء کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ حکیم عمر خیام نیشاپوری کا ایک ہی حوالہ ہے مگر اقبالؒ کے معنوی پیرو پرشد مولانا جلال الدین محمد رومی کی مثنوی کے متعدد حوالے اور اس کتاب کے بیسیوں اشعار ''ایران میں مابعد الطبیعیات کا ارتقاء'' میں منقول ملتے ہیں (۱۵)۔ اور اس میں وہ مقالہ بھی شامل ہے جو انہوں نے میکلوڈ عربیک ریڈر کی حیثیت سے عبدالکریم الجیلی کے نظریۂ انسانِ کامل پر لکھا تھا (۱۶)۔

جرمنی میں قیام کے دوران، انہوں نے جرمن زبان پر مناسب حد تک دسترس بہم پہنچائی تھی، جس کے بارے میں ان کے اساتذہ کا خیال تھا کہ اقبالؒ نے تین مہینے میں جتنی جرمن زبان سیکھی ہے اتنی جلد کوئی حاصل نہیں کر سکتا (۱۷)۔ حالانکہ اقبالؒ کو اپنے کیمبرج کے اساتذہ کی سفارش پر دونوں شرائط یعنی پی ایچ ڈی کے لئے کم از کم ڈیڑھ برس کی حاضری اور مقالہ جرمن یا لاطینی زبان میں لکھنے سے استثنیٰ مل گیا (۱۸)۔ مگر زبانی امتحان جرمن میں ہوا اور میونخ یونیورسٹی نے ۴ نومبر ۱۹۰۷ء میں اس علمی مقالے پر اقبالؒ کو پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی (۱۹)۔ تین سال کے اندر اندر تینوں ڈگریوں کا حصول کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن اقبالؒ نے اسے کر دکھایا اور اس طرح اپنی بے پناہ صلاحیتوں کا ایک بین ثبوت فراہم کر دیا (۲۰)۔

ایرانی مابعد الطبیعیات کے بارے میں اقبالؒ کی یہ تحقیقی کتاب کوئی پون صدی پہلے لکھی گئی جس کو اقبالؒ کے قیامِ انگلستان ہی کے زمانے میں لندن کی لوزاک اینڈ کمپنی نے شائع کیا۔ سالِ اشاعت ۱۹۰۸ء درج ہے (۲۱)۔ مگر اب بھی اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۹۶۸ء میں تہران میں ''سیر فلسفہ در ایران'' کے عنوان سے اس کا فارسی ترجمہ شائع ہوا، مترجم امیر حسین آریان پور اپنے مقدمے میں اعتراف کرتے ہیں کہ ایرانی مابعد الطبیعیات کے بارے میں یہ کتاب اب بھی نہایت اہم ہے اور خود ایرانیوں نے اس سلسلے میں ابھی کوئی زیادہ مفصل اور اس سے عمدہ تحقیق پیش نہیں کی ہے (۲۲)۔

البتہ علامہ اقبالؒ کا معیارِ تحقیق اتنا بلند تھا کہ وہ ۱۹۲۷ء میں اس کتاب کے اردو ترجمے کے چنداں روادار نہ تھے۔ میر حسن الدین کا ترجمہ ''فلسفہ عجم'' برصغیر میں خاصا معروف رہا۔ مترجم نے جب علامہ اقبالؒ سے ترجمہ کرنے کی اجازت مانگی تو علامہ نے اپنے مکتوب ۱۱ جنوری ۱۹۲۷ء میں لکھا:-

> آپ بلا تکلف اس (Development of Metaphysics in Persia) کا ترجمہ شائع فرما سکتے ہیں مگر میرے نزدیک اس کا ترجمہ کچھ مفید نہ ہوگا۔ یہ کتاب اب سے اٹھارہ سال پہلے لکھی گئی تھی۔ اُس وقت سے اب تک بہت سے نئے امور کا انکشاف ہوا ہے اور خود میرے خیالات میں بھی انقلاب آ چکا ہے۔ اس کتاب کا تھوڑا سا حصہ ایسا ہے جو تنقید کی زد سے بچ سکے، آئندہ آپ کو اختیار ہے۔ (۲۳)

اقبالؒ نے یہ کتاب اپنی پی ایچ ڈی کے لئے مقالے کے طور پر لکھی تھی جو بعد میں طبع ہوئی۔ کچھ عرصے کے بعد ان کے خیالات اس کتاب سے بہت مختلف ہو چکے تھے (۲۴)۔ گویا وقت گزرنے پر اقبالؒ کی نظر میں، اُن کی اس تصنیف کی علمی حیثیت

واہمیت ختم ہو چکی تھی۔ اس کا ایک سبب تو یہی ہے کہ اقبالؒ کی اس ابتدائی کاوش کے بعد، اس موضوع پر کئی عالمانہ اور وقیع کتابیں لکھی گئیں مگر اپنی اس فلسفیانہ تصنیف سے اقبالؒ کی عدم دلچسپی اور بے اطمینانی میں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ فلسفے سے ان کی دلچسپی بہت کم ہو گئی تھی (۲۵)۔

جس طرح اقبالؒ کا فلسفۂ خودی اور تصورِ حیاتِ انسانی خالص اسلامی اساس پر مبنی ہے اسی طرح ان کا فلسفۂ مابعد الطبیعیات بھی وحی و الہام کا رہینِ منت ہے اور ان کے نظام فکر کا ایک اہم ترین جزو، جس کا تعلق مذہب اسلام کے بنیادی عقائد سے ہے اس میں وجودِ باری، توحید، رسالت، حشر ونشر، وحی والہام، خیر وشر، وغیرہ کو انہوں نے عقلی دلائل کی بجائے ''اتحادِ عمل'' سے ثابت کیا ہے۔ انہوں نے فلسفہ کو مذہب کا آلہ کار نہیں بنایا بلکہ ان دونوں میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یورپ میں سب سے پہلے کانٹ نے مذہب کو فلسفہ کی گرفت سے آزاد کر کے اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا اس لئے کہ اس کے نزدیک عقل محض مذہب کی گتھیوں کو سلجھانے سے قاصر ہے، مگر اقبالؒ نے فلسفہ کو مذہب اسلام سے ملانے کی زبردست خدمت انجام دی ہے اور اسی بنیاد پر انہوں نے اپنے فلسفۂ مذہب کی تعمیر کی ہے۔ ایک طرف انہوں نے فلسفۂ یونان پر سخت تنقید کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ تمام تر نظری اور ناقابلِ عمل ہے اور دوسری طرف اس بات پر زور دیا ہے کہ محض نظر و قیاس سے ''حقیقتِ کبریٰ'' تک پہنچنا ممکن ہے۔ اس لحاظ سے بقول ڈاکٹر ظفر الحسن انہوں نے ''وہ کام انجام دیا جو صدیوں پہلے متکلمین اسلام نظام اور ابوالحسن اشعری نے یونانی فلسفہ اور سائنس کے مقابلہ میں انجام دیا تھا (۲۶)۔ اقبالؒ نے وحی والہام، اسرارِ خودی، حقیقتِ کبریٰ اور بقا کے مسائل میں صوفیائے اسلام کا مسلک اختیار کیا تا کہ وجودِ باری کو ثابت کیا جا سکے جو اقبالؒ کے تمام فلسفہ کی اصل بنیاد ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ قیصرالاسلام، قاضی- فلسفے کے بنیادی مسائل- نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد،۱۹۹۲ء، ص ۳۴

۲۔ مرتضٰی حسین فاضل لکھنوی، سید- قائم رضا نسیم امروہوی، سید- محمد باقر نبیرہ آزاد، آغا- مرتبین- جدید نسیم اللغات اردو- شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۱۴۹۔

۳۔ قیصرالاسلام، قاضی- فلسفے کے بنیادی مسائل- ص ۳۴

۴۔ ایضاً ص ۳۵

۵۔ ایضاً ص ۳۵

۶۔ رفیع الدین ہاشمی، - خطوطِ اقبالؒ- مکتبہ خیابان ادب لاہور- ۱۹۷۶ء ص ۹۳: نیز: محمد عبداللہ قریشی- روحِ مکاتیب اقبالؒ- اقبالؒ اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۷۷ پر ۲۵ نومبر ۱۹۰۵ء درج ہے جس کو پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب نے درست قرار نہیں دیا۔

۷۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر- تصانیفِ اقبالؒ کا تحقیقی وتوضیحی مطالعہ- اقبالؒ اکادمی پاکستان لاہور ۹ نومبر ۱۹۸۲ء، ص ۳۰۱

۸۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر- سرگزشتِ اقبالؒ- اقبالؒ اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۵۷

۹۔ ایضاً ص ۵۸

۱۰۔ عطاالله شیخ، ایم اے- مرتب- اقبالؒ نامہ- حصہ دوم- شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور ۱۹۵۱ء ص ۳۵۳، ۳۵۴

۱۱۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر- تصانیفِ اقبالؒ کا تحقیقی وتوضیحی مطالعہ- ص ۳۰۲

۱۲۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر- سرگزشتِ اقبالؒ- ص ۵۹

۱۳۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر- تصانیفِ اقبالؒ کا تحقیقی وتوضیحی مطالعہ- ص ۳۰۵

۱۴۔ محمد ریاض، ڈاکٹر- مضمون، تصانیفِ اقبالؒ فارسی، انگریزی، یونٹ ۹، ۱۰، اقبالیات، ۴۰۵، بی اے- مرتبہ- علامہ اقبالؒ اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ص ۱۶

۱۵۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر- سرگزشتِ اقبالؒ- ص ۵۹

۱۶۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر- تصانیفِ اقبالؒ کا تحقیقی وتوضیحی مطالعہ- ص ۳۰۵

۱۷۔ ایضاً ص ۳۰۴

۱۸۔ ایضاً ص ۳۰۵

۱۹۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر- سرگزشتِ اقبالؒ- ص ۵۹

۲۰۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر- تصانیفِ اقبالؒ کا تحقیقی وتوضیحی مطالعہ، - ص ۳۰۵

۲۱۔ محمد ریاض، ڈاکٹر، مضمون، تصانیفِ اقبالؒ فارسی، انگریزی، یونٹ ۹، ۱۰، اقبالیات، ۴۰۵، بی اے، ص ۱۸

۲۲۔ محمد عبداللہ قریشی- روحِ مکاتیبِ اقبالؒ- اقبالؒ اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۳۶۴ نیز بشیر احمد ڈار- مرتب- انوارِ اقبالؒ- اقبالؒ اکادمی پاکستان کراچی، ۱۹۶۷ء ص ۲۰۱، ۲۰۲

۲۳۔ شمس الدین صدیقی، ڈاکٹر۔مترجم۔ اقبالؒ کی مابعد الطبیعیات۔از،عشرت حسن انور، ڈاکٹر۔اقبالؒ اکادمی پاکستان لاہور،۱۹۸۸ءص۱۰
۲۴۔ بشیر احمد ڈار۔مرتب۔انوارِ اقبالؒ۔ص۲۴۴
۲۵۔ احمد میاں اختر،قاضی جونا گڑھی۔اقبالیات کا تنقیدی جائزہ۔اقبالؒ اکادمی پاکستان،لاہور،۱۹۷۷ءص۱۱۲
۲۶۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔جامعات میں اقبالؒ کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ ایک جائزہ۔ اقبالؒ اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ءص۳۱